امام رازی کے تفسیر کبیر کا منہج اور خصوصیات

The academic characteristics and style of the "Tafseer-e-Kabeer" Imam Razi.

ڈاکٹر محمد عزیز*

ڈاکٹر محمد ناصر**

Abstract

Imam Razi has earned a reliable name and fame in world of scholars. He was the great exponent of Islam and his famous and unique interpretive work on the Quran called "Tafseer Kabeer" is considered as remarkable and valuable work in the Muslim world. Originally it was named "Mafatih Al-Ghayb" however it was nicknamed as Tafsir Al-Kabir. Being a great research work, power of an argumentation and prudenciality, it is an incomparable Tafseer. Imam Razi was well versed, both in rationality and traditional religion. This commentary contains much of philosophical and intellectual interest. The nature of this commentary is big different from others in many way. Hehas explained, grammatical composition, and background of revelation with clarity and detail.It contains a strong refutation of all the erring sects of his time, namely, Jahmiyyah, Mu'tazilah, Mujassimah, etc..The purpose of this research is to describe the methodology and techniques of Tafseer-e-Kabeer.

Key Words: Tafseer-e-Kabeer, Rationality, Theologian, Mu'tazilah.

امام رازی کے مختصر حالات:

امام فخر الدین رازی کا نام محمد، کنیت ابو عبداللہ یا ابوالفضل اور لقب فخر الدین ہے، ہرات میں شیخ الاسلام کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ آپ کے والد چونکہ رےئے کے بہت نامور عالم اور خطیب تھے اس لئے اپ کو"ابن الخطیب" بھی کہا جاتا ہے۔[1]

بعض نے آپ کا نسب ابو بکر صدیق کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ امام صاحب کی تصریح کے مطابق سیدنا عمر کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی ولادت ایران کے قدیم شہر "رےئے" میں 544ھ کو ہوئی۔ اپنے والد سے علم الکلام اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

*لیکچرر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک تھیالوجی اسلامیہ کالج پشاور

**لیکچرر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک تھیالوجیا سلامیہ کالج پشاور

آپ مسلکا شافعی ، علم الکلام اور فلسفہ میں اشعری مکتبہ فکر سے منسلک تھے ۔اسی وجہ سے معتزلی عقائد سے بر سر پیکار رہے اور اپنے دلائل کی بناء پر حاوی رہے۔ آپ بیک وقت مفسر، فقیہ، متکلم اور فلسفی تھے۔ عقلی اور نقلی علوم پر آپ کی سو کے قریب تصانیف موجود ہیں. امام سبکی فرماتے ہیں :

كان فصيح اللسان ،قوى الجنان فقى١٥ اصوليا متكلما،صوفيا ،خطيبا محدثا اديبا-[2]

آپ فرق باطلہ کے خلاف رد میں مصروف رہتے تھے،اس بات سے مخالفین کو بڑی کوفت ہوتی تھی اور وہ آپ کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے تھے سوچ سمجھے منصوبہ کے تحت آپ کو زہر دیا جس کے نتیجے میں 606ھ کو دوشنبہ کے دن 63 سال کی عمر میں وفات پائی۔

تفسیر کبیر کا تعارف:

تفسیر کبیر کا نام ''مفاتیح الغیب'' ہے جبکہ یہ تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے ۔ تفسیر بالرائے کے منہج پر لکھی گئی چند قیمتی اور اہم تفاسیر میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ شومی قسمت کہ یہ تفسیر آپ کی حیات میں مکمل نہ ہو سکی۔ مورخین کے مطابق سورۃ انبیاء یا سورۃ فتح تک تو امام صاحب کی تصنیف ہے جبکہ باقی ماندہ مطابق قاضی شہاب الدین بن خلیل الخولی الدمشقی ہیں جبکہ ابن حجر عسقلانی کی رائے کے مطابق شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولی نے کی۔

اس سلسلے میں سب سے زیادہ تسلی بخش رائے الاستاذ عبد الرحمن المعلمی کی ہے جنہوں نے اپنے مضمون ''حول تفسیر الفخر الرازی'' میں اختیار کیا ہے[3]۔ انھوں نے تفسیر کے داخلی علامات وشواہد سے امام رازی کے تحریر کردہ حصے کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کے تحقیق کے مطابق :

۱۔ سورۂ فاتحہ تا سورۂ قصص

۲۔ سورۂ صافات، سورۂ احقاف

۳۔ سورۂ حشر، مجادلہ اور حدید

۴۔ سورۂ ملک تا سورۂ ناس

تو خود امام صاحب کی تحریر کردہ ہیں جبکہ باقی الخولی یا القمولی کے لکھے ہوئے ہیں۔

استفسیر کا قلمی نسخہ مکتبہ الغازي خسرو بک میں موجود ہے۔[4]

اسلامیہ کالج کی لائبریری میں بھی اس کا ایک قدیم قلمی نسخہ موجود ہے جس میں ابتدائی دس پاروں کی تفسیر موجود ہے۔[5]

امام رازی کا منہج تفسیر

ہر آیت کی تفسیر میں امام رازی کا منہج:

۱۔ امام رازی کی امیتازی اسلوب یہ ہے کہ وہ آیت میں موجود الفاظ کی لغوی تحقیق کرتے ہیں۔ اشعار جاہلی یا عرب کے مستند شعرا کے کلام کو بطور استشہاد پیش کرتے ہیں۔

۲۔ آیات کے ذیل میں نحوی وصرفی ترکیب، بلاغی نکات، قراءات مختلفہ اور شان نزول سے متعلق سلف سے منقول تمام اقوال ذکر کرنے کے بعد قول راجح کو ذکر کرتے ہیں۔

۳۔ آیت سے متعلق فقہی احکام کو تفصیل سے بیان کر کے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے مذہب کو ترجیح دیتے ہیں۔

۴۔ متعلقہ آیات کے تحت مختلف باطل فرقوں مثلاً جہمیہ، معتزلہ، مجسمہ وغیرہ کی دلیل ذکر کر کے اس کی تردید کرتے ہیں۔

۵۔ کونیات پر تفصیل سے کلام کر کے وجود باری تعالی کو جابجا عقلی طور پر ثابت کرتے ہیں۔ یہ امام رازی کی منفرد خصوصیت ہے۔

تفسیر کی خصوصیات:

امام صاحب اپنی تفسیر میں جمع اقوال پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ مختلف آراء میں کسی ایک کو ترجیح دیتے ہیں ۔ جس سے تفسیر کے متعلقہ علوم وفنون میں ان کی دسترس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مختلف تفسیری اقوال میں ترجیح کے لئے قائم کرتے ہوئے امام صاحب درجہ ذیل اصول پیش نظر رکھتے ہیں۔

ا۔ صحیح حدیث کو وجہ ترجیح بنانا

مثال کے طور پر قیامت کی علامات میں سے ایک علامت دابۃ الارض کا نکلنا ہے۔ پھر دابۃ الارض کی جسامت سے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ مثلاً اس کی لمبائی ساٹھ گز ہو گی، دوسری روایت میں ہے کہ اس کا سر بادلوں کو چھولے گا۔ ابن جریج کے مطابق اس کا سر بیل کا، آنکھیں خنزیر کی، سینگ بھینس کے، سینہ شیر کا، رنگ چیتے کا، کوکھ گائے کی، دم مینڈھے کی اور کھر اونٹ کا ہو گا۔

پھر اس کے نکلنے کی کیفیت میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے۔

ا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ وہ تین دن میں ایک چوتھائی حصہ نکلے گا۔

۲۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ تین دن میں پورا نمودار ہو گا۔

پھر اس کے نمودار ہونے کی جگہ سے متعلق اختلاف ہے۔

ا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ مِنْ أَيْنَ تَخْرُجُ الدَّابَّةُ تو آپ نے فرمایا کہ مِنْ أَعْظَمِ الْمَسَاجِدِ

ان جیسے اقوال کو ذکر کرنے کے بعد امام رازی کا طریقہ یہ ہے کہ اگر صحیح حدیث ہو تو قبول کیا جائے گا بصورت دیگر چھوڑ دیا جائے گا چنانچہ فرماتے ہیں:

''وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا دَلَالَةَ فِي الْكِتَابِ عَلَى شَيْءٍ مِنْ هَذِهِ الْأُمُورِ، فَإِنْ صَحَّ الْخَبَرُ فِيهِ عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِلَ وَإِلَّا لَمْ يُلْتَفَتْ إِلَيْهِ۔''[6]

۲۔ جو مفہوم عقل کے مطابق ہو، اس کو راجح قرار دیتے ہیں

چونکہ آپ معقولات کے امام تھے، جس کا اثر ان کی تفسیر میں جگہ جگہ نمایاں ہے۔ کونیات اور توحید باری تعالی سے متعلق ان کے دلائل کا ثانی نہیں۔ لیکن کبھی کبھار اس رجحان کے زیر اثر وہ خرق اجماع کے بھی مرتکب ہو کر اس مفہوم کو راجح قرار دیتے ہیں جو عقلی لحاظ سے درست ہو۔ مثلاً

ا۔سورۂ نساء کی آیت ’’خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا‘‘ [7] اور سورۃ اعراف کی آیت ’’هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا‘‘ [8] کے ذیل میں اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا جس کی تائید میں حدیث بھی موجود ہے۔ لیکن امام رازی ابو مسلم کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے آدم علیہ السلام کی جنس سے ان کی بیوی کو پیدا کیا۔

’’وَالْمُرَادُ خَلَقَ مِنَ النَّوْعِ الْإِنْسَانِيِّ زَوْجَةَ آدَمَ، وَالْمَقْصُودُ التَّنْبِيهُ عَلَى أَنَّهُ تَعَالَى جَعَلَ زَوْجَ آدَمَ إِنْسَانًا مِثْلَهُ‘‘۔[9]

امام رازی کی رائے کے مطابق حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم کی طرح پیدا کیا جانا ممکن ہے تو پھر پسلی سے پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’فَلَمَّا ثَبَتَ أَنَّهُ تَعَالَى قَادِرٌ عَلَى خَلْقِ آدَمَ مِنَ التُّرَابِ كَانَ قَادِرًا أَيْضًا عَلَى خَلْقِ حَوَّاءَ مِنَ التُّرَابِ، وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ كَذَلِكَ، فَأَيُّ فَائِدَةٍ فِي خَلْقِهَا مِنْ ضِلَعٍ مِنْ أَضْلَاعِ آدَمَ۔‘‘[10]

اسی طرح سورۂ کہف کی اس آیت کے ذیل میں

’’حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا۔‘‘[11]

’’یہاں تک کہ جب وہ آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہنچا تو سورج کو کیچڑ کی ایک نہر میں ڈوبتے دیکھا۔‘‘

مفسرین فرماتے ہیں کہ سورج درحقیقت کیچڑ میں ڈوبتا ہے، لیکن امام رازی کے ہاں یہ تفسیر بالکل معقول نہیں ہے کیونکہ یہ خلاف عقل ہے،وجہ یہ ہے کہ فلکیات کے ماہرین کے ہاں سورج زمین سے کئی گنا بڑا ہے۔اس لیے وہ کسی نہر میں کیسے ڈوب سکتا ہے؟

اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أَنَّهُ ثَبَتَ بِالدَّلِيلِ أَنَّ الْأَرْضَ كُرَةٌ وَأَنَّ السَّمَاءَ مُحِيطَةٌ بِهَا، وَلَا شَكَّ أَنَّ الشَّمْسَ فِي الْفَلَكِ، وَأَيْضًا قَالَ: وَوَجَدَ عِنْدَها قَوْماً وَمَعْلُومٌ أَنَّ جُلُوسَ قَوْمٍ فِي قُرْبِ الشَّمْسِ غَيْرُ مَوْجُودٍ، وَأَيْضًا الشَّمْسُ أَكْبَرُ مِنَ الْأَرْضِ بِمَرَّاتٍ كَثِيرَةٍ فَكَيْفَ يُعْقَلُ دُخُولُهَا فِي عَيْنٍ مِنْ عُيُونِ الْأَرْضِ-"[12]

جب یہ بات ممکن نہیں اور اللہ سبحانہ کا کلام اس قسم کی تہمت سے خالی ہے۔ تواب تاویل کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

"كَانَ الَّذِي يُقَالُ: إِنَّهَا تَغِيبُ فِي الطِّينِ وَالْحَمْأَةِ كَلَامًا عَلَى خِلَافِ الْيَقِينِ وَكَلَامُ اللَّهِ تَعَالَى مُبَرَّأٌ عَنْ هَذِهِ التُّهْمَةِ، فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَنْ يُصَارَ إِلَى التَّأْوِيلِ الَّذِي ذكرناه-"[13]

لیکن وہ اس اصول پر ہر جگہ عمل پیرا نہیں ہوتے بلکہ جہاں عقل اور وحی کا تقابل ہو تو وحی کو ترجیح دیتے ہیں۔

مثلاً سورۃ نمل کی آیت "قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ"[14] **کے تحت چیونٹی کا کلام اگرچہ خلاف عقل ہے لیکن مستبعد اور ناممکن نہیں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالی اس بات پر بھی قادر ہیں:**

"امَّا قَوْلُهُ تَعَالَى: قالَتْ نَمْلَةٌ فَالْمَعْنَى أَنَّهَا تَكَلَّمَتْ بِذَلِكَ وَهَذَا غَيْرُ مُسْتَبْعَدٍ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَادِرٌ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ فِيهَا الْعَقْلَ وَالنُّطْقَ-"[15]

۳۔ معنی حقیقی ممکن ہو، تو معنی مجازی متروک ہوگا

مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ میں 'وفار التنور' کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ اس سے مراد وہ تنور ہے جس میں روٹی پکائی جاتی ہے۔

۲۔ سطح زمین ہے۔

۳۔ زمین کا بلند حصہ ہے۔

۴۔ طلوع صبح ہے۔

۵۔ یہ محاورتاً واقعہ کی شدت کی تعبیر ہے۔

ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد امام رازی رحمہ اللہ کلام کو حقیقی معنی پر محمول کرتے ہوئے اس سے وہی معنی مراد لیتے ہیں جہاں روٹی پکائی جاتی ہے۔

الْأَصْلُ حَمْلُ الْكَلَامِ عَلَى حَقِيقَتِهِ وَلَفْظُ التَّنُّورِ حَقِيقَةٌ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُخْبَزُ فِيهِ فَوَجَبَ حَمْلُ اللَّفْظِ عَلَيْهِ وَلَا امْتِنَاعَ فِي الْعَقْلِ فِي أَنْ يُقَالَ: إِنَّ الْمَاءَ نَبَعَ أَوَّلًا مِنْ مَوْضِعٍ مُعَيَّنٍ وَكَانَ ذَلِكَ الْمَوْضِعُ تَنُّورًا.[16]

۲۔ اسی طرح سورہ بقرۃ کی آیت ''وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ''[17] میں شہداء سے متعلق مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اعوان اور انصار ہیں۔ کیونکہ حقیقی معنی یہی ہے۔

''فِي الْمُرَادِ مِنَ الشُّهَدَاءِ وَجْهَانِ: الْأَوَّلُ: الْمُرَادُ مَنِ ادَّعَوْا فِيهِ الْإِلَهِيَّةَ وَهِيَ الْأَوْثَانُ، الثَّانِي: الْمُرَادُ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَكَابِرُهُمْ أَوْ مَنْ يُوَافِقُهُمْ فِي إِنْكَارِ أَمْرِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ''

فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ اس کو اکابر پر محمول کریں اس لئے کہ شہداء کا لفظ ظاہری طور پر اس پر دلالت کرتا ہے جو حاضر ہو اور دیکھ سکے اور یہ بات ان کے روساء پر صادق آتی ہے۔ بتوں پر اس لفظ کا اطلاق بطور مجاز کے ہوگا۔ لفظ کا حقیقی معنی مراد لینا اسکے مجازی معنی سے بہتر ہے۔

''وَذَلِكَ لِأَنَّ لَفْظَ الشُّهَدَاءِ لَا يُطْلَقُ ظَاهِرًا إِلَّا عَلَى مَنْ يَصِحُّ أَنْ يُشَاهِدَ وَيَشْهَدَ فَيَتَحَمَّلُ بِالْمُشَاهَدَةِ وَيُؤَدِّي الشَّهَادَةَ، وَذَلِكَ لَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا فِي حَقِّ رُؤَسَائِهِمْ، أَمَّا إِذَا حَمَلْنَاهُ عَلَى الْأَوْثَانِ لَزِمَ الْمَجَازُ، فِي إِطْلَاقِ لَفْظِ الشُّهَدَاءِ عَلَى الْأَوْثَانِ -وَإِذَا ثَبَتَ ذَلِكَ ظَهَرَ أَنَّ حَمْلَ الْكَلَامِ عَلَى الْحَقِيقَةِ أَوْلَى مِنْ حَمْلِهِ عَلَى الْمَجَازِ.''[18]

۳۔ جب تک لفظ کو ظاہری معنی پر محمول کرنا ممکن ہو تو امام رازی تاویل کے قائل نہیں ہیں۔

''فَقالَ لَها وَلِلْأَرْضِ ائْتِيا طَوْعاً أَوْ كَرْهاً قالَتا أَتَيْنا طائِعِينَ-''[19]

''انہوں نے زمین اور آسمان کو آنے کو کہا سو انہوں نے تابعداری کی اور آ گئے۔''

اس آیت کریمہ کے ذیل میں امام رازی رحمہ اللہ نے آیت کے ظاہری معنی کو ترجیح دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ نے زمین اور آسمان کو عقل و فہم دی ہو پھر ان کو مکلف بنا کر ان کو حکم دیں تو اس میں کون سی چیز مستبعد ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ قیامت کے دن اللہ کے حضور انسان کے ہاتھ پاوں اسکے خلاف گواہی دیں گے۔ یہ احتمال اس لئے مضبوط ہے کہ جب تک کوئی مانع نہ ہو تو لفظ کو ظاہری معنی پر رکھنا اولی ہے اور یہاں کوئی مانع نہیں ہے۔ فرماتے ہیں:

''إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَمَرَهُمَا بِالْإِتْيَانِ فَأَطَاعَاهُ قَالَ الْقَائِلُونَ بِهَذَا الْقَوْلِ وَهَذَا غَيْرُ مُسْتَبْعَدٍ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ تَعَالَى أَمَرَ الْجِبَالَ أَنْ تَنْطِقَ مَعَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فقال:'' يا جِبالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ''[20]- وَاللَّهُ تَعَالَى تَجَلَّى لِلْجَبَلِ قَالَ:'' فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ''[21]- وَاللَّهُ تَعَالَى أَنْطَقَ الْأَيْدِيَ وَالْأَرْجُلَ فَقَالَ: يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِما كانُوا يَعْمَلُونَ -وإذا كَانَ كَذَلِكَ فَكَيْفَ يُسْتَبْعَدُ أَنْ يَخْلُقَ اللَّهُ فِي ذَاتِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ حَيَاةً وَعَقْلًا وَفَهْمًا، ثُمَّ يُوَجِّهُ الْأَمْرَ وَالتَّكْلِيفَ عَلَيْهِمَا، وَيَتَأَكَّدُ هَذَا الِاحْتِمَالُ بِوُجُوهِ الْأَوَّلُ: أَنَّ الْأَصْلَ حَمْلُ اللَّفْظِ عَلَى ظَاهِرِهِ إِلَّا إِذَا مَنَعَ مِنْهُ مَانِعٌ، وهاهنا لَا مَانِعَ-''[22]

اسرائیلیات اور غیر ضروری مباحث کی تحقیق سے اِحتراز

کتب تفسیر میں ایک بڑا حصہ غیر ضروری مباحث اور اسرائیلی روایات کا ہے۔ قرآن مجید میں امم سابقہ یا رسول اللہ کے زمانہ کے جن واقعات واحوال کا اجمالاً تذکرہ ہوا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل فراہم کرنے کے شوق میں بعض غیر محتاط مفسرین نے بے سرو پا روایات کا سہارا لیا ہے۔ یہ روایات عموماً علمی بنیادوں سے محروم اور سطحی قسم کے ہوتے ہیں۔ نہ روایت کے معیار پر پورا اترتی ہیں اور نہ ہی درایتا قابل استدلال ہیں۔ اس وجہ سے محقق مفسرین نے ان کو اپنی تفسیروں اس طرح کی روایات کو جگہ دینے سے گریز کیا ہے۔ امام رازی بھی اس معاملے میں محتاط نظر آتے ہیں۔ آپ اصول روایت اور درایت کے ممتاز مقام کے حامل ہیں اس لئے ان روایات کو تفسیر کبیر میں جگہ نہیں ملی۔

اسرائیلی روایات کی دو قسمیں ہیں:

۱۔وہ روایات جو قرآن مجید یا اصولیات دین کے مسلمہ اصولوں سے ٹکراتے ہوں۔
۲۔وہ روایات جو مسلمات دین سے تو نہ ٹکرائیں لیکن قرآن فہمی یا تفسیر میں ان کی کوئی اہمیت بھی نہ ہوں۔

پہلی قسم کی روایات امام رازی ذکر نہیں کرتے البتہ دوسری قسم کی روایات کو نقل تو کرتے ہیں، لیکن ان کی تردید یا تائید کیے بغیر یہ کہہ کر گزر جاتے ہیں کہ ان سے متعلق بحث کرنا ایک بے کار مشغلہ ہے۔ ہم ان روایات میں دلچسپی رکھتے ہیں اور نہ ہی ان سے کوئی دینی احکام ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً: ذوالقرنین کے نام کے حوالے سے مختلف روایات اور اقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: جو بھی نام ہو ہمیں اس بات کے کھوج لگانے میں کوئی دلچسپی نہیں۔

" ثم اختلفوا فيم سمي ذا القرنين:قَالَ بَعْضُهُمْ: سمي ذا القرنين؛ لأنه دعا قومه إلى توحيد الله والإيمان به؛ فضربوه على قرنه الأيمن، ثم غاب ما شاء الله، وفي بعض الأخبار مات، ثم حضر فدعاهم ثانيًا فضربوه على قرنه الأيسر؛ فبقي عليه لذلك أثر؛ فسمي لذلك ذا القرنين، لا أن كان له قرن كقرن الثور.وقَالَ بَعْضُهُمْ: سمي ذا القرنين؛ لأنه كان له ذؤابتان، أعني: ضفيرتان.---وقَالَ بَعْضُهُمْ سمي: ذا القرنين؛ لأنه عاش حياة قرنين، والله أعلم بذلك، وليس لنا إلى معرفة ذلك حاجة."[23]

اصحاب کہف کے متعلق اس آیت (وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نہ جانے اللہ تعالی نے کس معنی میں فرمایا کہ آپ ان کو جاگتے ہوئے گمان کریں گے حالانکہ وہ سوئے ہیں۔ سو جب اللہ تعالی نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی ہے تو ہم اپنے طور پر تفسیر کرنے کی جسارت نہیں کرتے۔" ولكن لا ندري لأي معنى ذكر أنه يحسب الناظر إليهم كأنهم أيقاظ وهم رقود؟ وإذا لم يبين الله ذلك فلا نفسر."[24]

موسی علیہ السلام کے عصا کی ماہیت سے متعلق مختلف اقوال نقل کرتے ہیں:

۱۔وہ لاٹھی عام درخت کی ٹہنی تھی

۲۔یہ جنت سے لائی گئی تھی

۳۔اس کی لمبائی دس گز تھی موسی علیہ السلام کے قد کے برابر

لیکن امام صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن میں اس کی مقدار جو ذکر کی گئی ہے وہ اتنی ہے کہ اس پر ٹیک لگائی جاسکے۔اس کے علاوہ کسی قول کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔

"وَاعْلَمْ أَنَّ السُّكُوتَ عَنْ أَمْثَالِ هَذِهِ الْمَبَاحِثِ وَاجِبٌ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهَا نَصٌّ مُتَوَاتِرٌ قَاطِعٌ وَلَا يَتَعَلَّقُ بِهَا عَمَلٌ حَتَّى يَكْتَفِيَ فِيهَا بِالظَّنِّ الْمُسْتَفَادِ مِنْ أَخْبَارِ الْآحَادِ فَالْأَوْلَى تَرْكُهَا."[25]

اسی طرح اس لاٹھی کے فوائد سے متعلق مختلف اقوال نقل کرکے فرماتے ہیں کہ جو باتیں صحیح حدیث سے ثابت تو وہ مقبول ہیں ورنہ یہ باتیں قابل اعتناء نہیں۔

وَاعْلَمْ أَنَّ الْفَوَائِدَ الْمَذْكُورَةَ فِي الْقُرْآنِ مَعْلُومَةٌ فَأَمَّا الْأُمُورُ الَّتِي هِيَ غَيْرُ مَذْكُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ/ فَكُلُّ مَا وَرَدَ بِهِ خَبَرٌ صَحِيحٌ فَهُوَ مَقْبُولٌ وَمَا لَا.[26]

سورۃ تحریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اوپر شہد حرام کرنے کے حوالے سے ازواج النبی کے درمیان پیدا ہونے والے واقعہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہمیں اس سبب معلوم کرنے کی قطعا حاجت نہیں۔

ومنهم من قال: إن الذي حرمه النبيصَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كان عسلا، كان رسول الله عليه السلام شربه عند بعض نسائه، فقالت امرأة من نسائه لصاحبتها: إذا جاءك النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فقولي له: ما ريح المغافير فيك؟ فقالت للنبي؛ فحرمه النبي عليه السلام فنزلت هذه الآية.

اس کے بعد فرماتے ہیں:

وليس لنا إلى تعرف السبب الذي وقع التحريم به، ولا إلى تعيين الشيء الذي حرمه النبي عليه السلام حاجة، ولكنا نعلم أن الأمر الذي كان فهو جرى بينه وبين زوجاته-[27]

خصوصیات:

تفسیر کبیر کی نمایاں ترین خصوصیت، جس کا اعتراف اکابر اہل علم نے کیا ہے، اس کی جامعیت ہے۔ وہ جس مسئلہ پر لکھتے ہیں، اس کے متعلق جس قدر مباحث ان سے پہلے پیدا ہو چکے ہیں، ان سب کا استقصا کر دیتے ہیں۔ محمد حسین ذہبی لکھتے ہیں:

"رازی کی تفسیر کو علما کے ہاں عام شہرت حاصل ہے کیونکہ دوسری کتب تفسیر کے مقابلے میں اس کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں مختلف علوم سے متعلق وسیع اور بھرپور بحثیں ملتی ہیں۔"[28]

نقائص:

تفسیر کبیر اپنے تمام محاسن اور خصوصیات کے باجود چند نقائص سے خالی نہیں۔ کیونکہ یہ ایک انسانی کاوش ہے۔ یہ نقائص اور کمی اس کی عظمت اور شان کو کم نہیں کر سکتے۔ بہر حال ایک کمی ہے جو اس تفسیر میں موجود ہے۔

1۔ جگہ جگہ فلسفیانہ دقیق مباحث اور اصطلاحات کا در آنا

2۔ فروعی مسائل کو اہتمام سے ذکر کرنا اور مسلک شافعی کو ثابت کرنے کی از حد کوشش کرنا

3۔ بعض مقامات پر صحیح حدیث کو رد کر کے عقلی توجیہ کو اولی قرار دینا

1　الصفدی، الوافی بالوفیات، جلد ۴، ص ۲۴۸، المکتبہ الہاشمیہ دمشق، ط ۱۹۵۹م

2　السبکی، طبقات الشافعی جلد ۷، ص ۲۴۲، ط ۱، طبع عیسی البانی الحلبی ۱۹۵۶م

3　المعلمی، عبدالرحمن بن یحیی بن علی، بحث حول تفسیر فخر الرازی www.ahlalhdeeth.com

4 جامع الغازي خسرو بک،ایک مسجد ہے جو کہ جنوب مشرق یورپ کے ایک ملک بوسنیا ہرزیگووینا کے دار الخلافہ سراجیوو میں واقع ہے۔جو ۱۵۳۱ء میں غازی خسرو بک کے ہاتھوں وجود میں آگیا۔اس کا شمار بوسنیا ہرزگوینا کے بڑے اور تاریخی مساجد میں شمار ہوتا ہے۔

دیکھیئے: /http://www.alukah.net/library/0/76069

5 دیکھئے: لباب المعارف،دار العلوم الاسلامیہ، جلد ا، ص ۱۳۳

6 تفسیر کبیر، جلد ۲۴، ص ۵۷۲

7

8

9 تفسیر کبیر، جلد ۱۵، ص ۴۲۹

10 تفسیر کبیر، جلد ۹، ص ۴۷۸

11 الکہف ۱۸: ۸۶

12 تفسیر کبیر، جلد ۲۱ ص ۴۹۶

13 تفسیر کبیر، جلد ۲۱، ص ۴۹۶

14 النمل، ۲۷/ ۱۸

15 تفسیر کبیر، جلد ۲۴ ص ۵۴۸

16 تفسیر کبیر، جلد ۱۷، ص ۴۴۷

17 البقرۃ، ۲/ ۲۳

18 تفسیر کبیر، جلد ۲، ص ۳۵۰

19 فصلت: ۴۱/ ۱۱

20 سبا: ۳۴/ ۱۰

21 الاعراف ۱۴۳

22 تفسیر کبیر، جلد ۲۷، ص ۵۴۹

23 تفسیر کبیر، جلد ۲، ص ۲۰۶

24 تفسیر کبیر، جلد ۷، ص ۱۴۹

25 تفسیر کبیر، جلد ۳، ص ۵۲۷

26 تفسیر کبیر، جلد ۳، ص ۱۷۵

27 تفسیر کبیر، جلد ۱۰، ص ۷۷

28 التفسیر والمفسرون، ۲۹۳